تحقیق رکعات تراویح

مصنف
حضرت علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

باہتمام
حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ مد ظلہ العالی

ناشر
قادریہ پبلشرز (رجسٹرڈ)
کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان

Data Graphics : 2625798

تحقیق رکعات تراویح

رکعات تراویح کی اجمالی بحث

یہ امر صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضانُ المبارک کی راتوں میں خود بھی قیام فرماتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے روزہ ہائے رمضان کی فرضیت کے بعد پوری زندگی میں صرف ایک بار کے ماہِ رمضان کی تیئسویں، پچیسویں اور ستائیسویں شب میں فوراً بعد نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ نوافل ادا فرمائے تھے جن میں سے پہلی شب کو تہائی رات، دوسری رات کو آدھی رات اور تیسری شب کو آپ صبح تک اس نماز میں مصروف رہے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ، ص ۱۱۴، نیز ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۰، نسائی ج ۱ ص ۲۳۸، ترمذی ج ۱ ص ۹۹، ابن ماجہ، ص ۹۴)

مسلمانوں کی اصطلاح میں آپ کی اس نماز کو 'نمازِ تراویح' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ نماز تراویح مسنون نماز ہے جو خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ یہ امر قابل تحقیق ہے کہ آپ نے ان راتوں میں جماعت کے ساتھ کتنی رکعتیں ادا فرمائی تھیں؟ پس اس بارے میں ہماری تحقیق یہ ہے کہ احادیث کے پورے ذخیرے میں اس کا کوئی صحیح صریح اور معتمد ثبوت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان راتوں میں آٹھ یا اس سے کم تراویح پڑھی ہوں البتہ صرف ایک روایت ایسی ہے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک میں وِتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبہ، ص ۳۹۴، نیز مسند کشی، معجم بغوی، معجم کبیر طبرانی، بیہقی، تعلیق آثار السنن، ۲۵۴)

یہ روایت اگرچہ باعتبار سند اتنی قوی نہیں تاہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے دورِ خلافت میں (بیس) تراویح کو رائج فرمانا، صحابہ وتابعین اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم ائمہ مجتہدین اور فقہاء محدثین کا ہمیشہ بیس رکعت پر عمل کرنا اور بیس سے کم پر راضی نہ ہونا اسے درجہ ضعف سے اُٹھا کر قوت کے اعلیٰ پائے میں پہنچا دیتا ہے۔

باقی غیر مقلدین تراویح کے آٹھ رکعات ہونے کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کرتے ہیں وہ یا تو اصول حدیث کی روشنی میں صحیح نہیں ہیں، یا صحیح ہیں تو تراویح سے ان کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کا بیان ہے الغرض تراویح کے آٹھ رکعات ہونے کا کوئی صحیح اور مستند ثبوت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ خیر القرون یعنی صحابہ تابعین اور اتباع تابعین کرام میں سے کسی ایک بزرگ کا بھی آٹھ رکعات یا اس سے کم رکعت تراویح کا قائل ہونا بطریق صحیح کسی مستند کتاب میں نہیں پایا جاتا۔

ومن ادعی فعلیه البیان بالبرهان

امام ترمذی جو علماء سلف کے مسالک کے ایک بلند پایہ ماہر عالم گزرے ہیں' انہیں بھی سلف صالحین میں سے کوئی ایسا عالمِ دین نہیں مل سکا جو آٹھ تراویح کا قائل ہو۔ اسی لئے انہوں نے صرف یہی لکھنے پر اکتفاء فرمایا کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ کرام بیس تراویح کے قائل ہیں اور بعض علماء وِتر اور اس کے بعد والی دو رکعتوں سمیت اِکتالیس (۴۱) رکعات تراویح مانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: جامع ترمذی ج ۱ ص ۹۹ ملخصاً فاروقی کتب خانہ ملتان)

اب لیجئے غیر مقلدین کے آٹھ تراویح کے دلائل کا جواب پڑھئے:۔

آٹھ تراویح کی پہلی دلیل اور اس کا جواب

غیر مقلدین صحیح بخاری (جلد ا صفحہ ۱۵۴) اور موطا محمد کے حوالہ سے آٹھ تراویح کی پہلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ

کیف کانت صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان؟ فقالت ما کان رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعہ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن و طولہن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن و طولہن ثم یثلی ثلثاً

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماہِ رمضان کی رات کی نماز کی کیفیت کیا تھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ رمضان ہوتا یا کوئی اور مہینہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رات کو) گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے (جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے) آپ (ایک سلام سے) چار رکعتیں ایسے حسین طریقے سے پڑھتے کہ ان کی خوبی اور لمبائی بیان سے باہر ہے۔ پھر (ایک سلام سے) اور چار رکعتیں ایسے بہترین انداز سے ادا فرماتے کہ جن کی خوبصورتی اور درازی بیان میں نہیں آسکتی۔ پھر آپ (ایک سلام سے) تین رکعات (وتر) پڑھتے۔

الجواب...... اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کا بیان ہے، نمازِ تراویح سے اس کا کوئی تعلق نہیں جس کے بعض دلائل حسبِ ذیل ہیں:۔

دلیل نمبر ۱...... اس روایت کے دربارۂ تہجد ہونے اور تراویح کے بیان میں نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس میں ' فی رمضان ولا فی غیرہ ' کے الفاظ وارد ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو آپ ماہِ رمضانُ المبارک اور دوسرے تمام مہینوں میں برابر ادا فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ تہجد ہی ہے تراویح نہیں، کیونکہ تراویح صرف رمضان المبارک کیساتھ خاص ہے جبکہ تہجد سال کے بارہ مہینوں میں ادا کی جاتی ہے پس ثابت ہوا کہ اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان ہے تراویح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حدیث میں معنوی تحریف

غیر مقلدین اس حدیث کے ترجمہ میں بلا دلیل محض اپنی طرف سے لفظ نماز کے ساتھ 'تراویح' کا لفظ بھی بڑھا دیتے ہیں جو حدیث کے معنوی تحریف کے مترادف ہونے کے علاوہ انتہائی مضحکہ خیز بھی ہے کیونکہ ان کے اس ترجمہ کی رو سے اُمّ المؤمنین کے اس قول کا مفہوم یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال کے بارہ مہینوں میں تراویح ادا فرمایا کرتے تھے جو گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔

دلیل نمبر ۲...... اس حدیث کا آخری جملہ بھی بتاتا ہے کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے، تراویح سے اس کا کوئی تعلق نہیں

چنانچہ اس کا آخری جملہ اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشه ان عینی تنام ولا ینام قلبی

یعنی آپ وِتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں (پھر بیدار ہو کر وضو کے بغیر نماز شروع فرما دیتے ہیں) تو آپ نے فرمایا اے عائشہ!

بات یہ ہے کہ میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل جاگتا رہتا ہے (یعنی محض نیند کرنے سے میرا وضو نہیں ٹوٹتا)۔

حدیث کے اس آخری جملہ کا مفاد یہ ہے کہ اس میں مذکورہ نماز وہ نفلی نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند فرما لینے کے بعد

پڑھتے تھے جو ظاہر ہے کہ تہجد تھی، تراویح نہیں تھی کیونکہ تراویح نیند کرنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

مجرمانہ خیانت

حدیث شریف کا یہ جملہ غیر مقلدین کی نقل کردہ اس روایت کے آخری الفاظ سے بالکل متصل ماسوائے ابن ماجہ پوری صحاح ستہ

میں موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۴۔۲۶۹، صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۴، ابوداؤد ج ا ص ۱۸۹، ترمذی ج ا ص ۵۹۰، نسائی ج ا ص ۲۴۸)

مگر غیر مقلدین 'ولفظہ ان عینی تنام ولا ینام قلبی' کے الفاظ انتہائی مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے

صاف اڑا جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس جملے کے نقل کر دینے سے قارئین پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ

اس حدیث میں نمازِ تہجد کا بیان ہے تراویح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

دلیل نمبر ۳......اس حدیث کے دربارہ تراویح نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بہت سے علماء سلف بلکہ خود غیر مقلدین کے بزرگوں نے بھی واضح لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تراویح کی تعدادِ رکعات کچھ ثابت نہیں پس اگر غیر مقلدین کی پیش کردہ یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہوتی تو وہ تعداد رکعت کے ثبوت کے انکار کرنے کی بجائے صاف کہہ دیتے کہ تراویح آٹھ رکعات ہیں جس کی دلیل بخاری شریف وغیرہ کی یہ حدیث ہے۔ان علماء اور بزرگان غیر مقلدین کے بعض حوالے حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ان العلماء اختلفوا فی عددھا ولو ثبت ذلك من فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لم یختلف فیه

یعنی علماء کا تراویح کی تعداد رکعات کے بارے میں خاصا اختلاف ہے (یعنی بعض بیس کے قائل ہیں اور بعض اس سے زائد کے) اگر اس کی تعداد رکعات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہوتی تو اس میں اختلاف نہ پڑتا۔ (ملاحظہ ہو: الحاوی للفتاویٰ ج ا ص ۳۴۸۔رسالہ المصابیح طبع مصر)

(۲) امام کشی نے اپنی کتاب 'الخادم' میں فرمایا:

الثابت فی الصحیح الصلوٰۃ من غیر ذکر العدد

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تراویح ثابت ہے اس کی تعداد رکعات ثابت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: الحاوی للفتاویٰ ج ا ص ۳۵۰)

(۳) امام سبکی شرح المنہاج میں فرماتے ہیں:

اعلم انه لم ینقل کم صلی رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

یعنی یقین جانیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے تراویح کی کتنی رکعات پڑھی تھیں۔ (ایضاً)

(٤) غیر مقلدین کے پیشوا ابن تیمیہ صاحب لکھتے ہیں:

و من ظن ان قیام رمضان فیه عدد معین موقت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

لا یزید ولا ینقص فقد اخطاء

یعنی جو یہ سمجھتا ہو کہ تراویح کی تعداد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی تعین سے ثابت ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو وہ غلطی پر ہے۔ (ملاحظہ ہو: مشکوٰۃ ص ۱۱۵۔۵۰ بحوالہ مرقاۃ)

(۵) غیر مقلدین کے رہنما قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں:

قصر الصلواة المسماة بالتراويح على عدد معين و تخصيصها بقراء مخصوصة لم ترويه سنة

یعنی نمازِ تراویح کی تعداد اور اس میں مخصوص قرأت کی تخصیص کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۸۔ بحوالہ کتاب التراویح از غزالی زماں)

(٦) غیر مقلدین کے بزرگ وار صدیق حسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

ولم يات العدد فى الروايات الصحيحه المرفوعه

یعنی تراویح کی تعداد رکعات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: الانتقاد الرجیح ٦١۔ بحوالہ رسالہ رکعات تراویح)

(۷) غیر مقلدین کے ایک اور بزرگ مولانا وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

ولا يتعين لصلوة ليالى رمضان يعنى التراويح عدد معين

یعنی نمازِ تراویح کی شرعاً کوئی تعداد مقرر نہیں۔ (ملاحظہ ہو: نزل الابرار ج ۱۔ ۱۲٦ طبع سعید المطابع بنارس یوپی)

(۸) ایک اور غیر مقلد عالم مولانا نور الحسن بن صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں: بالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں تراویح کی کوئی مقرر تعداد ثابت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: عرف الجاوی فارسی ص ۷۴ طبع بھوپال)

خلاصہ یہ کہ بعض علماء سلف اور خود غیر مقلدین کے بزرگوں کا یہ تصریح کرنا بھی کہ تراویح کی رکعات کی تعداد کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کی پیش کردہ اس روایت کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ غیر مقلدین ہی بتائیں کہ اس بارے میں سچا کون ہے۔ وہ خود یا ان کے یہ محترم بزرگان؟

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ ان اقوال کی روشنی میں بیس تراویح کے مرفوعاً ثبوت کی بھی نفی ہو جاتی ہے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ ان علماء کے کلام کا محمل یہ ہے کہ تراویح کی تعداد رکعات کی کوئی ایسی حدیث موجود نہیں جو اس باب میں سند صحیح کے ساتھ صریحاً مروی ہو جو اپنی جگہ دُرست ہے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما در بارہ بیس رکعات مرفوعاً صریح تو ہے مگر از روئے سند اس میں سقم پایا جاتا ہے البتہ اس کا مضمون صحابہ و تابعین اور اتباع و ائمہ و مجتہدین کے معمول ہونے کی وجہ سے قوی ہے یہی وجہ ہے کہ اسے موضوع کسی محدث نے نہیں کہا اس لئے اس لحاظ سے وہ ان علماء کے اس کلام کی زد میں نہیں آتی۔

فافهم واحفظ هذا فانه نافع جدا

دلیل نمبر ٤...... امام محمد بن نصر مروزی نے (جنہیں غیر مقلدین اپنا پیشوا مانتے ہیں) اپنی کتاب قیام اللیل (ص ۱۵۷ طبع رحیم یار خان) میں رکعاتِ تراویح کا ایک باب باندھا ہے اور اس کے تحت انہوں نے بے شمار روایت اور احادیث درج کی ہیں غیر مقلدین کی پیش کردہ اس روایت کو جو از روئے سند صحیح ترین اور مشہور ترین روایت ہے اس کا اس باب میں ذکر تو کجا' اس کی طرف انہوں نے پورے باب میں خفیف سا اشارہ تک نہیں کیا بلکہ وہ اسے تہجد کے باب میں لائے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: قیام اللیل، ص ۸۲ طبع رحیم یار خان) جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ امام مروزی کے نزدیک بھی غیر مقلدین کی پیش کردہ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

عنوان باب یہ ہے۔

باب عدد الركعات التی یقوم بها الامام والناس فی رمضان

یعنی یہ باب تراویح کی ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جسے لوگوں کو ماہِ رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔
(ملاحظہ ہو: ص ۱۵۹ طبع رحیم یار خان)

دلیل نمبر ۵...... بعض روایات میں ان رکعات کیساتھ متصلاً فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کا ذکر بھی ہے جیسا کہ صحیح مسلم' ج ۱ ص ۲۵۴ میں ہے۔ یہ بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ وہ نماز تھی جس کا نمازِ فجر سے کچھ پہلے پڑھنا معمول تھا اور ظاہر ہے کہ وہ تہجد ہی ہے۔

دلیل نمبر ٦...... نیز ابو سلمہ کا حضرت صدیقہ سے یہ سوال بھی اس حدیث کے دربارہ تہجد ہونے کی دلیل ہے کہ وہ ان سے ایک ایسے امر کے بارے میں پوچھ رہے تھے جس سے وہ زیادہ واقف تھیں اور وہ تہجد ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں ادا فرماتے تھے (واهل بيت ادری بما فی) پس اگر ان کا یہ سوال تراویح کے بارے میں ہوتا تو وہ حضرت عائشہ کی بجائے کسی مرد صحابی سے اس کی وضاحت پوچھتے کیونکہ تین رات کی باجماعت تراویح میں بے شمار صحابہ کرام شامل تھے۔

دلیل نمبر ۷...... اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام مالک ہیں اگر یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہوتی تو وہ اسے اپنا مذہب بناتے ہوئے آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہوتے جبکہ علی التحقیق آٹھ تراویح ان کا مذہب نہیں جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ (ملاحظہ ہو: قیام اللیل' ص ۱۵۹ طبع رحیم یار خان) اس حوالے سے امام مالک کے بارے میں کچھ تفصیل آئندہ سطور میں بھی آ رہی ہے۔

دلیل نمبر ۸...... اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا مگر وہ بھی آٹھ رکعات کے قائل نہیں۔ یہ بھی اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس روایت کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ (ملاحظہ ہو: قیام اللیل، ص ۱۵۹)

دلیل نمبر ۹...... خود غیر مقلدین بھی اس حدیث کے آخر میں لکھنے پر مجبور ہوگئے کہ 'تراویح تہجد ہی کا نام ہے'۔ (ملاحظہ ہو: رسالہ مسئلہ تراویح ص ۳، سطر نمبر ۵،۶) گویا وہ یہ مان رہے ہیں کہ یہ حدیث تہجد ہی کے بارے میں ہے جسے کھینچا تانی سے انہوں نے تراویح پر محمول کیا اور اس سے وہ ہمیں یہ اشارہ بھی دے رہے ہیں کہ ان آٹھ تراویح کے تمام دلائل کا انحصار صرف انہی حدیثوں پر ہے۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کا بیان ہے ان کے علاوہ ان کے پاس آٹھ تراویح کی اور کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔

تہجد و تراویح دو الگ نمازیں ہیں

البتہ ان کا یہ کہنا کہ 'تراویح تہجد ہی کا نام ہے غلط بلکہ مسلمانوں کو تہجد کی عظیم نیکی سے محروم کرنے کے مترادف ہے' تحقیق یہ ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نہیں بلکہ دو الگ نمازیں ہیں جس کے بعض دلائل حسبِ ذیل ہیں:۔

دلیل نمبر ۱...... تہجد نمازِ پنجگانہ اور ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت اور ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ میں شروع ہوئی جس کا بیان سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات میں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: ابوداؤد ج ا ص ۱۹۰ نیز قیام اللیل ص ۷) اور تراویح نماز پنجگانہ اور روزوں کی فرضیت اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسنون کی گئی چنانچہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

كتب الله عليكم صيامه وسننت لكم قيامه

یعنی ماہِ رمضان کے روزے تم پر اللہ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کا قیام تمہارے لئے میں مسنون کرتا ہوں۔ (ملاحظہ ہو: ابن ماجہ عربی ص ۹۴۔ اسی طرح نسائی ج ا ص ۳۰۸ طبع قدیمی قیام اللیل ص ۱۵۲ طبع رحیم یار خان اور مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۵ طبع کراچی میں بھی ہے)

اگر تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کے نام ہیں تو پہلے سے مشروع شدہ تہجد کو دوبارہ مسنون کرنے کے کیا معنی؟ پس ان کی مشروعیت کی تاریخ کا مختلف ہونا ان کے جداگانہ نمازیں ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۲...... اسی سے ایک فرق یہ معلوم ہوا کہ تہجد کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست قرآن مجید میں اور تراویح کو بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث شریف میں مشروع فرمایا۔

دلیل نمبر ۳...... تہجد و تراویح میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ تراویح رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے جبکہ تہجد سال کے تمام مہینوں میں پڑھی جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۴......تراویح نیند کرنے سے پہلے اوّل شب میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد' ج ا ص ۱۹۵، ترمذی' ج ا ص ۹۹، نسائی' ج ا ص ۲۳۸، ابن ماجہ' ص ۹۴ اور مشکٰوۃ عربی' ص ۱۱۴ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن تین راتوں میں تراویح باجماعت ادا فرمائی تھی تو اس کی ابتداء آپ نے اوّل شب سے کی تھی جبکہ تہجد کیلئے کچھ نہ کچھ نیند کر لینا ضروری ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد رات کے پچھلے حصہ میں نیند سے بیدار ہو کر ادا فرماتے تھے۔ (ملاحظہ ہو: بخاری' ج ا ص ۱۵۲، صحیح مسلم' ج ا ص ۲۵۵)

اسی طرح صحابہ وتابعین سے بھی ثابت ہے کہ تہجد کیلئے نیند کرنا شرط ہے۔ (ملاحظہ ہو: عینی شرح بخاری' ج ۷ ص ۲۰۳ بحوالہ معجم و اوسط طبرانی، کتاب التراویح) نیز غیر مقلد عالم مولانا وحید الزمان صاحب نے بھی اسی طرح لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ (ملاحظہ ہو: نزل الابرار' ج ا ص ۱۲۶) اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دو مختلف نمازیں ہیں۔

دلیل نمبر ۵......تراویح کا باجماعت ادا کرنا اولیٰ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (ملاحظہ ہو: مشکٰوۃ' ص ۱۱۴ بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ) جبکہ تہجد آپ نے ہمیشہ اکیلے پڑھی اور تداعی کے ساتھ نماز تہجد باجماعت ادا کرنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں جو ان دونوں کے جداگانہ نمازیں ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۶......تہجد کیلئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوری رات کبھی قیام نہیں فرمایا۔ (ملاحظہ ہو: صحیح بخاری' ج ا ص ۱۵۳) جبکہ جن تین راتوں میں آپ نے باجماعت تراویح ادا فرمائی ان میں سے تیسری رات آپ صبح تک نماز میں مصروف رہے۔ (ملاحظہ ہو: مشکٰوۃ عربی' ص ۱۱۴) جو ان کے متفرق ہونے دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۷......ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کتبِ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی ہیئت آپ کی نماز تراویح کی ہیئت سے یکسر مختلف ہے جو خادم حدیث پر کسی طرح مخفی نہیں۔

دلیل نمبر ۸......صحیح بخاری' ج ا ص ۲۶۹ میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح پڑھنے والے صحابہ وتابعین سے فرمایا:

والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون

یعنی (آخیر شب کی جس نماز تہجد) سے تم سو جاتے ہو وہ اوّل شب میں پڑھی جانے والی تمہاری اس نماز (تراویح) سے کہیں افضل ہے امیر المؤمنین کا یہ ارشاد بھی تہجد و تراویح کے جداگانہ نمازیں ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۹...... اگر تہجد اور تراویح ایک ہے تو غیر مقلدین صرف آٹھ رکعات ہی کو مسنون کہہ کر اسے کیوں پڑھتے ہیں چار، چھ اور دس رکعات تہجد بھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے پس وہ انہیں سنت کہہ کر رمضان المبارک میں کبھی کبھی انہیں کیوں ادا نہیں کرتے؟

دلیل نمبر ۱۰...... اگر تراویح اور تہجد جداگانہ نمازیں نہیں تو جن محدثین اور پیشوایان غیر مقلدین نے تراویح کی تعداد رکعات کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کا انکار کیا ہے (جیسا کہ باحوالہ بالتفصیل گزر چکا ہے) ان کے اس انکار کے کیا معنی ہے؟ اور انہوں نے روایت اُم المؤمنین کو دلیل بنا کر تراویح کے گیارہ رکعت ہونے کا قول کیوں نہیں کیا؟ تلك عشرة كاملة

ایک سوال کا جواب

اس مقام پر غیر مقلدین یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر تہجد و تراویح دو الگ نمازیں ہیں تو جن تین راتوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح ادا فرمائی تھی ان پر علیحدہ علیحدہ پڑھنے کا کیا ثبوت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تین راتوں میں سے پہلی شب کو رات کا تہائی حصہ اور دوسری نصف حصہ گزرنے پر نماز تراویح سے فارغ ہوئے تھے اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ بعدِ فراغت ان میں آپ نے کچھ دیر آرام فرمالیا اور بعد میں تہجد ادا فرمائی ہو جبکہ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں البتہ آخری شب کے بارے میں یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کیونکہ اس میں آپ نے صبح تک قیام فرمایا تھا مگر اس میں بھی اتنا نیند کر لینے کا احتمال ہے جسے لغۃً نیند کر لینا کہا جائے اور حصول تہجد کیلئے کافی ہو جیسے غلبہ نیند کی وجہ سے بسا اوقات دورانِ نماز نمازی کو اونگھ آجاتی ہے جو قابل ذکر نیند نہ ہونے کی وجہ سے تمام رات جاگنے اور تراویح کے بھی منافی نہیں۔ البتہ یہ دُرست ہے کہ اس میں آپ نے مستقلاً تہجد ادا نہیں فرمائی لیکن با ایں ہمہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ترکِ تہجد کا قول بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ جمہور کے قول کے مطابق آپ پر نمازِ تہجد فرض تھی اس لئے یہی کہا جائے گا کہ چونکہ یہ نماز تراویح تہجد کے وقت میں ادا کی گئی تھی اس لئے اس نے تہجد کا کام بھی دیا (جیسے نماز چاشت کے وقت نماز کسوف کی ادائیگی سے نماز چاشت بھی ادا ہو جاتی ہے) اور اس سے غیر مقلدین کو بھی انکار نہیں چنانچہ غیر مقلد عالم مولانا وحید الزمان صاحب اپنی کتاب نزل الابرار (ج ا ص ۱۲۶) میں لکھتے ہیں:

والتراويح تكفى عن التهجد فى رمضان

یعنی رمضان میں نمازِ تراویح سے نمازِ تہجد بھی ادا ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ رمضانُ المبارک کی جن بعض راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداء شب سے صبح تک نمازِ تراویح میں مصروف رہے ان میں آپ نے مستقلاً نماز تہجد ادا نہیں فرمائی تاہم چونکہ اس تراویح کی ادائیگی نمازِ تہجد کے وقت تک جاری رہی تھی اس لئے اس نماز سے تہجد بھی ادا ہو گئی یہ نہیں کہ تراویح اور تہجد ایک نماز کے دو نام ہیں پس اس سے تہجد اور تراویح کا ایک ہونا کسی طرح ثابت نہ ہوا۔

آٹھ تراویح کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

آٹھ تراویح کے ثبوت میں طبرانی وغیرہ کے حوالے سے دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شہر رمضان ثمان رکعات و اوتر فلما کانت القابلۃ جمعنا فی المسجد و رجونا یخرج فلم نزل فیہ حتی اصبحنا ثم دخلنا قلنا یا رسول اللّٰہ اجتمعنا البارحۃ فی المسجد و رجونا ان تصلی بنا فقال انی خشیت ان یکتب علیکم

یعنی رمضانُ المبارک میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں وِتر کے علاوہ آٹھ رکعات پڑھائیں۔ دوسری رات ہم مسجد میں جمع ہوکر صبح تک آپ کا انتظار کرتے رہے کہ شاید آپ تشریف لائیں لیکن آپ تشریف نہ لائے پس ہم نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم اس اُمید پر آج رات مسجد میں بیٹھے رہے کہ آپ ہمیں (کل کی طرح) نماز پڑھائیں گے (لیکن آپ تشریف نہ لائے حضور اس کی کیا وجہ ہے؟) تو آپ نے فرمایا، مجھے یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ (مسلسل باجماعت ادا کرنے سے) یہ نماز تم پر کہیں فرض نہ ہوجائے۔

الجواب...... یہ روایت شدید ناقابل احتجاج اور سخت ضعیف ہے جس کے بعض وجوہ حسبِ ذیل ہیں:۔

وجہ اوّل...... اس روایت میں صرف ایک رات باجماعت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی متعدد صحیح احادیث میں یہ ہے کہ نماز تراویح جماعت کے ساتھ تین رات پڑھی گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو: مشکوٰۃ، ص ۱۱۴)
پس یہ روایت صحیح احادیث سے متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار پائی یا پھر یہ کوئی اور واقعہ ہے جسے تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ باقی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسے واقعہ واحدہ قرار دے کر جو تطبیق دینے کی کوشش کی ہے اس پر انہیں خود کو بھی یقین نہیں چہ جائیکہ اسے کسی دوسرے کیلئے حجت قرار دیا جائے کیونکہ انہوں نے اس کیلئے بلاثبوت 'شاید' کے لفظ استعمال کئے ہیں۔

وجہ دوم...... علاوہ ازیں نمازِ تراویح کے اس واقعہ کو متعدد صحابہ کرام نے روایت کیا ہے اور یہ روایتیں صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں مگر ان میں سے کسی روایت میں آٹھ یا آٹھ سے کم رکعات کا کسی صحابی نے کچھ ذکر نہیں کیا پس اس وجہ سے بھی یہ روایت محل نظر ٹھہری۔

وجہ سوم...... گذشتہ صفحات میں متعدد حوالہ جات سے ہم لکھ آئے ہیں کہ بہت سے علماء سلف اور خود غیر مقلدین کے بزرگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تراویح کی تعدادِ رکعات کے ثبوت سے انکار کیا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح تھی تو انہوں نے تعداد رکعات تراویح کے ثبوت سے انکار کیوں کیا؟ اس صورت میں یہی کہنا پڑے گا کہ یہ حدیث ان علماء کے نزدیک یا تو صحیح نہیں یا پھر اس میں جس نماز کا واقعہ مذکور ہے وہ نماز تراویح نہیں بلکہ کوئی اور نماز ہے۔

وجہ چہارم......اس روایت کی سند میں 'عیسیٰ بن جاریہ' نامی ایک راوی ہے۔ (ملاحظہ ہو: قیام اللیل ص ۱۹۶،۱۵۵) جو سخت ضعیف ہے اور اس پر ائمہ حدیث نے شدید جرحیں کی ہیں پس اس وجہ سے بھی یہ حدیث غیر صحیح قرار پائی چنانچہ میزان الاعتدال (ج ص ۳۱۱) اور تہذیب التہذیب (ج ۸ص ۲۰۷) میں ہے امام یحیٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ قابل اعتماد نہیں ہے۔اس کے پاس منکر (ضعیف) احادیث کا ذخیرہ تھا اور اس سے یعقوب قمی کے بغیر کسی نے روایت نہیں لی۔امام ابوداؤد اور امام نسائی نے فرمایا یہ منکر الحدیث ہے امام ابن عدی نے فرمایا اس کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں ایک روایت میں امام نسائی نے فرمایا یہ متروک ہے یعنی محدثین نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔

ذہبی کے قول کا جواب

ذہبی کا اتنی شدید جرحوں کو خود نقل کرنے کے باوجود اس روایت کے متعلق 'اسنادہ وسط' کہنا بہت مضحکہ خیز ہے یا پھر وسط سے ان کی مراد یہ ہے کہ ضعف کے درمیانہ درجہ میں ہے۔علامہ نیموی نے التعلیق الحسن میں فرمایا کہ ذہبی کا یہ قول درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ اس کی سند درمیانے درجے سے کئی درجے نیچے ہے۔علاوہ ازیں اگر علامہ ذہبی کے اس قول کو اس کے ظاہر پر بھی رکھ لیا جائے تو بھی غیر مقلدین کو کسی طرح مفید نہیں کیونکہ اصل میں یہ امر مصرح ہے کہ حدیث کی سند کا صحیح ہونا بھی اس کے متن کی صحت کو مستلزم نہیں پس سند کے وسط ہونے سے اس کے متن کا صحیح ہونا کیسے لازم آگیا۔

بعض غیر مقلدین یہاں پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ اس حدیث کو بطور شاہد پیش کیا کرتے ہیں ورنہ اس مسئلہ میں ان کی اصل دلیل روایت عائشہ صدیقہ ہے جیسا کہ مولوی محمد ایوب غیر مقلد شاگرد مولوی سلطان محمود غیر مقلد آف جلال پور پیر والا نے اپنے رسالہ 'تحقیق تراویح' میں لکھا ہے مگر یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ روایت واقعی بہت کمزور ہے پھر جب ہم نے روایت عائشہ کا دربارہ تہجد ہونا دلائل سے ثابت کر دیا ہے تو بنیاد کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے سہارے قائم ہونے والی دیوار کیسے باقی رہی؟

تنبیہ......ابو زرعہ اور ابن حبان کی معمولی توثیق بھی ان (مذکورہ بالا) شدید جرحوں کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو بالآخر یہ راوی مجہول الحال ٹھہرے گا اور اس کی یہ روایت پھر بھی ضعیف متصور ہوگی۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

غیر مقلدین کا قول ذہبی 'اسنادہ وسط' کا یہ ترجمہ کرنا کہ 'اس حدیث کی سند بہتر ہے' ان کی خوش فہمی ہے جو نہایت درجہ مضحکہ خیز ہے کیونکہ یہاں 'وسط کا لفظ خیرالامور اوساطہا' کے قبیل سے نہیں۔

علاوہ ازیں جب اس کی سند پر محدثین کا سخت کلام موجود ہے تو وہ 'بہتر' کیسے ہے؟ پھر ان کا یہ کہنا بھی ان کی محض کورانہ تقلید پر مبنی ہے کہ چونکہ فلاں محدث نے اسے اپنی فلاں کتاب میں لکھا ہے اسلئے یہ صحیح ہے کیا غیر مقلدین اصول حدیث کی کسی کتاب سے یہ دِکھا سکتے ہیں کہ سند پر کلام ہونے کے باوجود کوئی حدیث محض کسی کتاب میں آجانے سے صحیح بن جاتی ہے ہاں یہ مانا جاسکتا ہے کہ جن محدثین نے اپنی تصانیف میں صحیح یا حسن احادیث کے رکھنے کا التزام کیا ہو ان کی غالب روایات ایسی ہی ہوتی ہیں پھر غیر مقلدین کو یہ بات نسائی کی حدیث ممانعت رفع یدین کے بارے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے اور وہ اس پر جرح کیوں کرتے ہیں؟ کیا نسائی نے المجتبی میں صرف صحیح احادیث کے جمع کرنے کا التزام نہیں کیا تھا؟

باقی ان کا یہ کہنا بھی کسی طرح صحیح نہیں کہ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ کی اس روایت کے موافق ہے جس میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے کیونکہ اس میں تراویح کا نہیں بلکہ تہجد کا بیان ہے جیسا کہ ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں پس جب دونوں کا مضمون ہی ایک دوسرے سے مختلف ہے تو اس کے موافق کیسے ہوئی؟

نیز غیر مقلدین کا یہ کہنا بھی محض ان کی سینہ زوری ہے کہ حافظ ابن حجر نے چونکہ اس حدیث کو فتح الباری میں ذکر کر کے اس پر کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے غیر مقلدین بتائیں کیا حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی دوسری کتاب تہذیب التہذیب میں اس حدیث کے راوی 'عیسیٰ بن جاریہ' (مذکورہ) پر سخت جرحیں نقل نہیں کیں پھر اس کے باوجود یہ جھوٹ کیوں بولا جارہا ہے کہ انہوں نے اس پر جرح نہیں کی۔ انصاف شرط ہے۔

آٹھ تراویح کی تیسری دلیل اور اس کا جواب

مجمع الزوائد کے حوالے سے آٹھ تراویح کے ثبوت کی تیسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں:

جاء ابی بن کعب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان من اللیلہ شیئ فی رمضان قال وما داك یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لانقرء فنصلی بصلوتك قال فصلیت بھن ثمان رکعات واوترت

یعنی حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج رات مجھ سے ایک بات ہوگئی ہے (راوی نے کہا کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے) آپ نے فرمایا، اے ابی کیا ہوگیا؟ عرض کی میرے گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن پڑھی ہوئی نہیں ہیں ہم تمہاری اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتی ہیں پس میں نے انہیں آٹھ رکعت اور وِتر پڑھائے۔

الجواب...... یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے اوراس پر بھی کئی وجوہ سے کلام ہے:۔

اوّلا...... قیام اللیل، ص ۱۵۵ میں 'فی رمضان' کے لفظ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جابر خود یہ بیان فرمارہے ہیں کہ یہ رمضانُ المبارک کا واقعہ ہے اور مجمع الزوائد میں (یعنی فی رمضان) کے الفاظ ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ حضرت جابر نہیں بلکہ نیچے کا کوئی راوی بطور تشریح کہہ رہا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں پیش آیا تھا اور مسند احمد' ج ۵ ص ۱۱۵ طبع مکتہ المکرمہ میں نہ تو 'فی رمضان' کے لفظ ہیں اور نہ ہی اس میں 'یعنی فی رمضان' کے الفاظ ہیں پس مسند میں ان الفاظ کا نہ ہونا اور مجمع الزوائد میں ان کا 'یعنی' کے لفظوں کا پایا جانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصل روایت میں یہ لفظ نہیں ہیں جبکہ اس کا مرکزی راوی ایک ہی ہے جس کی نشاندہی عنقریب آرہی ہے پس اس واقعہ کا رمضان المبارک میں پیش آنا سرے سے ثابت ہی نہیں (یا کم ازکم غیر یقینی ہے) تو اسے تراویح پر محمول کرنا محض سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟

ثانیاً...... قیام اللیل، ص ۱۵۵ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابی کے ساتھ پیش آیا تھا مگر مسند احمد میں اس طرح ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضرت ابی نے انہیں بتایا تھا کہ یہ واقعہ کسی اور شخص کا ہے پس اس اختلاف سے بھی یہ روایت محل نظر ہوجاتی ہے۔

ثالثاً...... اس کی سند میں بھی عیسیٰ بن جاریہ راوی ہے۔ (ملاحظہ ہو قیام اللیل، ص ۱۵۵، مسند احمد' ج ۵ ص ۱۱۵) جو سخت ضعیف ہے جیسا کہ بالتفصیل گزر چکا ہے پس یہ روایت ہر طرح سے ناقابل احتجاج ٹھہری۔

تحسین ھثیمی کا جواب

رہا یہ کہ صاحب مجمع الزوائد علامہ ہثیمی نے اس کی سند کو حسن کہا تو

اوّلاً...... جب فی الواقع اس کی سند پر محدثین کا سخت کلام موجود ہے تو وہ حسن کیسے ہوگئی جبکہ اس کے مافات کی تلافی کرنے والی اور اس کی موید کوئی دوسری روایت بھی نہیں۔

ثانیاً...... تحفۃ الحوذی کے مولف مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد نے اپنی کتاب ابکار المنن میں (جوانہوں نے آثار السنن کے ردّ میں لکھی ہے) کئی مقام پر لکھا ہے کہ ہثیمی کے کسی حدیث کو حسن یا صحیح کہہ دینے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ مجمع الزوائد میں ان کی بے شمار اغلاط پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں:

ولا یطمئن القلب تبحسین الھثیمی فان له اوھا ما فی مجمع الزوائد

نیز صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے:

ولا یطمئن القلب علی تصحیح الھثیمی فان له اوھا ما فی مجمع الزوائد

نیز صفحہ ۱۹۹ پر لکھا ہے:

ولا یطمئن القلب علی تصحیح الھثیمی

بتایئے کل تک جو کتاب غلطیوں کا پلندہ اور غیر معتبر تھی آج وہ کیسے حجت بن گئی اور جس کے مولف پر یقین نہیں تھا اسکے عقیدت مند کیوں بن گئے۔ شاید ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آٹھ تراویح کی چوتھی اور آخری دلیل کا جواب

موطا مالک، سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ کے حوالے سے آٹھ تراویح کے ثبوت میں چوتھی اور آخری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ

امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرہ رکعہ

یعنی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری کو حکم دیا تھا کہ وہ رمضان شریف میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔ اھ

الجواب...... یہ روایت بھی غیر مقلدین کو کسی طرح مفید نہیں اور نہ ہمیں کچھ مضر ہے کیونکہ اوّلاً یہ صحابیٔ رسول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جبکہ غیر مقلدین کے مسلک میں صحابہ کرام کے اپنے اقوال بالخصوص حضرت عمر کا قول حجت نہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے پیشوا مولانا نور الحسن صدیق حسن خان صاحب بھوپالی نے اپنی کتاب عرف الجادی (ص ۸۰ طبع بھوپال) میں لکھا ہے:

وحجت با ثار صحابہ قائم نیست و نہ احد را او تعالیٰ از عباد خود باین اثا متعبد ساختہ اھ

اسی کے صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فیصلہ کے بعد لکھا ہے:

ایں ہمہ موقوفات است بحجت نمی ارزد گو اسانیدش رجال ثقات باشند اھ

یعنی صحابہ کے اقوال و افعال دلیل بنانے کے قابل نہیں اگرچہ صحیح سندوں کے ساتھ بھی کیوں نہ مروی ہوں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کا پابند بنایا ہے۔

پس غیر مقلدین سے ہم پوچھتے ہیں کہ تراویح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول محض ان کا اپنا ہے یا کسی حدیثِ نبوی سے موید ہے دوسری صورت تو ہے نہیں چونکہ آٹھ تراویح کے بارے میں جتنی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں یا تو وہ صحیح نہیں ہیں یا صحیح ہیں تو وہ تہجد کے بارے میں ہیں اور تراویح سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔

تو یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ہی قول ہوا جو آپ کے نزدیک حجت نہیں، پس جسے تم خود قابل احتجاج نہیں سمجھتے اسے اپنی دلیل سمجھ کر کیسے پیش کر سکتے ہو؟ اور اگر اب ماننے والے بن گئے ہو تو ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتاویٰ تسلیم کرو، اور اگر آپ نے یہ روایت ہم پر الزاماً پیش کی ہے کہ اقوال صحابہ ہمارے نزدیک حجت ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اولاً...... ہمارے نزدیک اس حدیث کا متن اپنے ظاہر معنی میں ثابت نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھانے کے حکم دینے کے لفظ امام مالک نے روایت کئے ہیں جس میں حضرت سائب کے شاگرد محمد بن یوسف کے دوسرے دو شاگردوں (یزید بن خصیفہ اور حارث بن ابی ذباب) نے ان سے گیارہ کی بجائے بیس رکعات تراویح کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ بیہقی کی السنن الکبریٰ اور معرفۃ السنن والاثار اور عینی شارح بخاری وغیرہ میں ہے۔ بلکہ اس روایت کے مطابق خود محمد بن یوسف کے طریق سے بھی گیارہ کی بجائے ان سے بیس رکعات تراویح مروی ہیں جیسا کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ الاساتذہ امام عبدالرزاق کی کتاب المصنف میں ہے پس اس صورت میں ترجیح بیس رکعات ہی کی روایت کو ہے اور اس کی ایک وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ تاریخ اور حدیث کی کسی کتاب میں سوائے شاذ روایت کے کہیں نہیں ہے کہ کبھی کسی امام یا اسلامی حاکم نے حرمِ کعبہ یا حرمِ مدینہ میں آٹھ رکعات تراویح پڑھائی ہو یا اس کا فتویٰ دے کر اسے مروج کیا ہو۔

ومن ادعی فعلیه البیان

اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ فاروق اعظم مسجدِ نبوی میں ایک متفقہ فیصلہ کریں اور عمل اس پر کوئی بھی نہ کرے اور اتنے بڑے واقعہ کے عملی نمونے کا ذکر کہیں بھی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ میں (باوجودیکہ غیر مقلدین کے ہم عقیدہ نجدیوں کی حکومت ہے مگر وہ پھر بھی تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے ہیں)۔

ثانیاً...... یہ روایت اگر اپنے ظاہر متن پر صحیح ہوتی تو امام مالک جو اس حدیث کے راوی ہیں اسے اپنا مذہب بناتے اور آٹھ تراویح کے قائل ہوتے اور اہل مدینہ بھی اس پر عمل کرتے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ اہل مدینہ اور امام مالک وِتر اور اس کے بعد والی رکعتوں سمیت اِکتالیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ ہو: جامع ترمذی ج ا ص ۹۹ طبع رشیدیہ دہلی۔ الحادی للفتاویٰ ج ا ص ۳۴۸ طبع مصر، قیام اللیل، ص ۱۵۹ طبع رحیم یار خان، نیز بدایۃ المجتہد اور المدونۃ الکبریٰ در فقہ مالکی)

41 رکعات کیوں ؟

یہ ۴۱ رکعات بھی دراصل بیس رکعات ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد طوافِ کعبہ کرتے تھے اہل مدینہ اس طواف کے بدلے چار رکعت نفل بغیر جماعت کے پڑھنے لگے اور اس میں ۳ رکعت وِتر اور اس کی بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہیں اس طرح سے مطابق نقشہ ذیل یہ کل اِکتالیس رکعتیں ہوئیں۔

۴ تراویح ۴ نفل ۔ ۴ تراویح ۴ نفل ۔ ۴ تراویح ۴ نفل۔ ۴ تراویح ۴ نفل ۔ ۴ تراویح ۳ وتر ۔ ۲ نفل =

۴۱ رکعات (ملاحظہ ہوالحادی للفتاویٰ ج ا ص ۳۴۸ طبع مصر)

گیارہ کی روایت کا جواب

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک روایت یہ ہے کہ امام مالک وِتر سمیت گیارہ رکعت تراویح کے قائل تھے جیسا کہ الحادی للفتاویٰ ج ا ص ۳۵۰ میں بحوالہ امام سبکی علامہ جوزی شافعی کا قول منقول ہے جیسے عینی شرح بخاری میں ہے۔لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنی فقہ کی کتابوں میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ پھر علامہ جوزی اور علامہ عینی حنفی شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے کوئی مالکی نہیں کہ فقہ مالکی کا ماہر ہو جبکہ دوسرے کا مسلک نقل کرنے میں خطا کا واقع ہو جانا کوئی نئی بات نہیں۔

تصحیح نیموی کا جواب

رہا یہ کہ علامہ نیموی حنفی نے موطا مالک کی اس گیارہ رکعت والی روایت کی سند کو صحیح کہا ہے تو

اوّلاً......کیا سند کا صحیح ہونا اس کے متن کی صحت کو مستلزم ہے؟

ثانیاً......آپ کو علامہ نیموی کی یہ تصحیح کسی طرح مفید نہیں کیونکہ یہ صحابیٔ رسول کے قول کی تصحیح ہے جبکہ آپ کے مسلک میں آثار صحابہ حجت نہیں اگرچہ وہ صحیح سند کے ساتھ بھی کیوں نہ مروی ہوں۔ملاحظہ ہو اپنے گھر کی کتاب (عرف الجادی، ص ۱۱۲، ۱۱۳ بھوپال) فقط

والحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین

سیّدنا ومولانا محمّد وآلہٖ صحبہ اجمعین

(ضمیمہ)

بیس تراویح کے ثبوت کے بعض دلائل

تراویح سے تعلق رکھنے والے تمام ضروری مباحث کی تفصیلی طور پر اشاعت کو کسی دوسرے وقت پر چھوڑتے ہوئے سردست بعض حباب کی پرزور فرمائش پر بعض اذہان کی تسلی وتشفی کی غرض سے بیس تراویح کے بعض دلائل کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں طالبانِ ہدایت کیلئے بے حد نافع اور باعثِ ہدایت بنائے۔آمین

بحرمة سيّد المرسلين صلى الله عليه وآله صحبه اجمعين

(۱) لفظ تراویح سے استدلال

لفظ تروایح بھی اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ نماز تراویح صرف آٹھ رکعات مسنون نہیں کیونکہ فریقین کے نزدیک یہ لفظ 'ترویحہ' کی جمع ہے اور بالاتفاق ایک ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے پس اگر تراویح آٹھ رکعات ہوتی ہے تو اسے جمع کے صیغہ سے تراویح کہنے کی بجائے تثنیہ کے صیغہ سے ترویحتین یا ترویحتان کہا جاتا ہے جب کہ اس کا یہ نام دورِ اوّل کے مسلمانوں کا مقرر کردہ ہے۔الغرض لفظ تراویح بھی نماز تراویح کے آٹھ رکعات سے زائد ہونے کی دلیل ہے اور وہ بیس ہے جیسا کہ درج ذیل شواہد سے واضح ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل مبارک

امام بخاری اور امام مسلم وغیرہما ائمہ حدیث کے استاذ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ لکھتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔ اھ (ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴ طبع کراچی) (یہ روایت دیگر کتب حدیث میں بھی ہے اور اس کی کچھ ضروری بحث رسالہ ہذا کے شروع میں گزر چکی ہے)۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں آپ کے حکم سے مسجدِ نبوی میں تمام صحابہ وتابعین کرام بیس تراویح پڑھتے تھے۔

(ملاحظہ ہو: ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔قیام اللیل مروزی، ص ۱۵۷۔نیز موطا مالک اور سنن کبریٰ بیہقی

(٤) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دورِ خلافت میں بیس تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا۔ (ملاحظہ ہو: ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

(٥) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو: قیام اللیل مروزی ص ۱۵۷)

(٦) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

صحابیٔ رسول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو: ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

(٧) خلفاء ثلٰثہ اور دورِ اوّل کے تمام صحابہ و تابعین کا مذہب

الف...... صحابیٔ رسول حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ و تابعین حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اَدوار میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (ملاحظہ ہو: عینی بحوالہ بیہقی)

ب...... نیز جلیل القدر تابعی حضرت عطا فرماتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہ و تابعین کو ۳ وتر سمیت ۲۳ رکعات تراویح کا قائل وعامل پایا ہے۔ (ملاحظہ ہو: قیام اللیل ص ۱۵۷، ۱۵۸)

(٨) ائمہ اربعہ کا مذہب

امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم چاروں آئمہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے۔ (ملاحظہ ہو: چاروں مذاہب کی کتب فقہ)

(٩) حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

غیر مقلدین کی پسندیدہ اور ان کی معتمد کتاب 'غنیۃ الطالبین' میں ہے کہ حضور غوثِ اعظم سیّدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ نمازِ تراویح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور وہ بیس رکعات ہے۔ اھ

(١٠) غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کا فیصلہ

غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے 'فتاویٰ' میں ہے انہوں نے کہا کہ مسجدِ نبوی شریف میں صحابیٔ رسول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابہ و تابعین کو بیس رکعات تراویح پڑھانا ایک ثابت شدہ امر ہے اور یہ قطعاً ثابت نہیں کہ کسی صحابی یا تابعی نے اس پر کوئی اعتراض کیا ہو پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تراویح بیس رکعات سنت ہے۔

(۱۱) پرانے غیر مقلد علماء کا فیصلہ

غیر مقلدین کے معتمد عالم نورالحسن بھوپالی نے اپنی کتاب عرف الجادی فارسی (ص ۸۴ طبع بھوپال) میں لکھا ہے کہ بیس یا بیس سے زائد تراویح سے روکنا دُرست نہیں۔ نیز غیر مقلدین کے ایک اور معتبر عالم غلام رسول صاحب نے اپنے ہی مسلک کے ایک متعصب عالم مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد کے ردّ میں اس مسئلہ پر فارسی زبان میں ایک پورا رسالہ لکھا ہے۔ چنانچہ اس میں وہ اپنے ان مولانا کی تردید لکھتے ہیں (جس کا اُردو خلاصہ یہ ہے) کہ صحابہ وتابعین، چاروں آئمہ کرام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر آج تک کے پوری دنیا کے تمام مسلمان بیس تراویح اور تین وتر کے قائل چلے آرہے ہیں مگر یہ غالی مفتی حد سے تجاوز کرتے ہوئے محض سینہ زوری سے بغیر کسی دلیل کے اسے اپنی طرف سے بدعت کہہ کر ان تمام مسلمانوں کے اس عمل کو بدعت اور مخالفِ سنت بلکہ زمانہ جاہلیت کے کفار ومشرکین کی مذموم تقلید سے مشابہ قرار دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: رسالہ تراویح، ص ۲۸، ۵۲ طبع گوجرانوالہ)

(۱۲) حرمین طیبین اور سعودیوں کا عمل

آج کل غیر مقلدین اور ان کے ہمنوا سُنّی عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے بعض مسائل میں سعودی عرب کے باشندوں کے عمل کو دلیل بنا کر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کام وہاں نہیں کیا جاتا اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ سعودیوں کا حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ میں بطورِ حاکم ہونا بھی ان کی حکومت کے عنداللہ وعندالرسول پسندیدہ ہونے کی دلیل ہے مگر وہ تراویح اور بعض دوسرے مسائل میں اپنے حق میں اپنے اس کلیہ کو یکسر بھول جاتے ہیں چنانچہ کعبہ شریف اور مسجدِ نبوی کے امام آج بھی نماز میں 'غیر المغظوب' کی بجائے 'غیر المغضوب' پڑھتے ہیں مگر غیر مقلدین 'غیر المغظوب' پڑھتے ہیں اور پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسا مستند حوالہ نہیں پایا جاتا جس میں اس امر کا بیان ہو کہ کبھی کسی مسلمان حاکم نے حرمِ کعبہ یا مسجدِ نبوی شریف میں آٹھ تراویح کا حکم دیا ہو۔ یہاں تک کہ آج سعودی بھی کعبہ شریف اور مسجد نبوی شریف میں بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں پس اگر سعودیوں کا عمل حجت نہیں ہے تو غیر مقلدین دوسرے مسائل میں سعودیوں کے عمل کا عوام کو کیوں مغالطہ دیتے ہیں اور اگر ان کا عمل حجت ہے تو وہ ان کی اتباع میں بیس تراویح کیوں نہیں پڑھتے اور سعودیوں کو اس مسئلہ میں بدعتی کیوں سمجھتے ہیں؟ فقط

والحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین

سیّدنا ومولانا محمّد وآلہٖ صحبہ اجمعین